سوال

(277) نیت نماز پر تفصیلات

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نماز کی نیت زبان سے پڑھنا حدیث شریف سے ثبوت ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

زبان سے نیت کرنے کا ثبوت نہیں نیت دل کا فعل ہے۔ زبانی الفاظ بولنے سے فقہاء نے بھی منع کیا ہے۔ نیت صرف یہ ہے کہ دل میں قصد کرے کے نماز پڑھنے لگا ہوں۔ فرض۔ سنت۔ نفل۔

حضرات!

جمیع اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو امر کتاب وسنت سے ثابت ہو قابل تسلیم ہے۔ اس کے ماسوائے پر بعض کا اتفاق ہے اور بعض کا نہیں۔ پس میں شق اول پر رہ کر کچھ کلام کرنا چاہتا ہوں۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ اسلام میں جمیع اعمال کی مقبولیت نیت پ منحصر ہے پس ہر عامل اپنے عمل کا ثمروہ با اعتبار نیت کے پائے گا۔

"کما فی الصحیح عن عمر ابن خطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرمات = نوي الحديث"

پس جب اعمال کی قبولیت نیت پر منحصر ہے۔ تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ ''بالنیات'' جو حدیث میں وارد ہے اس کا کیا معنی ہے۔ پس اولا اس کی تحقیق کتب لغات س کی جاتی ہے۔ تاکہ معنٰ لغوی کے سمجھنے سے معنی شرعی کا سمجھنا آسان ہوجاوے۔ پھر اس کے بعد علماء ے حقانی کی تحقیق درج کی جاتی ہے۔ اور اس بات کا کافی ثبوت دیا جاتا ہے۔ کہ جو نیت عوام میں مشہور اور مروج ہے۔ سویہ نو ایجاد ہے۔ شریعت حقہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس کا مبنی قیاس ہے۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ نیات جمع ہے۔ نیت کی اور نیت کے جو معنی کتب لغات میں لکھے گئے ہیں یہاں پر درج کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو صراح جو لغت کی ایک مشہور اور معتبر کتاب ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔ نوی نیت آہنگ کردن وانتواء کذالک ص 593) (یعنی لوے اور نیت اور انتواء کے معنی نیت کرنا) قاموس میں ہے۔ نوی الشی ینویہ نیة دخفف قصدہ کا نتواہ''(ص 299 جلد ثانی) اسی طور پر لغات فیروزی عربی میں ہے۔ نیت دل کا ارادہ قصد۔ ص 308) لغات فیروزی فارسی میں ہے۔ نیت دل کا ارادہ قصد دلی خواہش (ص 401)

صراح اورقاموس میں نوے اور نیت کے اور بھی چند معنی لکھے ہیں ۔ لیکن سب مجاز ہیں ۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ اذامکن الحقیقۃ لایصار الی المجاز۔ پس نیت بااعتبار لغت کے متعین ہوگیا ارادہ قلبی کو۔ دیگر یہ کہ ان معنی کا بھی تعلق جیساکہ ارادہ قلبی کو ہے ۔ بولنے کو نہیں ۔ اور ارادہ قلبی منافی ہے ۔ قول کے پس بعض علماء کا یہ قول کے نیت دل اور زبان سے کرنا افضل ہے ۔تاکہ زبان دل کے موافق ہوجائے ۔ اور ظاہر باطن کے مطابق بے دلیل ہے ۔ ایسا قیاس نص کے مقابلہ حجت نہں بلکہ نیت باعتبار لغت کے ارادہ قلبی ہے ۔ اور بس پس معنی لغوی اور شرعی میں ضرور کوئ مناسبت ہونا چاہیے ۔ لہذا جو معنی شرعی علماء حقانی نے نیت کے بیان کئے ہین ان کو زکر کیا جاتا ہے ۔

ملاحظہ ہو

"وقال النووي النية القصد وعزيمة القلب وايضا قال البيضاوي النية عبارة عن انبعاث القلب نحوما يراه موافقا لغرض ن جلب نفع او دفع ضر حالا ومالا والشرع خصصه بالاراوة التوجخ نحو الفعل لا بتقاء رضا الله وامتثال حكمه والنية فى الحديث محمول على المعنى اللغوي الخ"

(فتح الباری پارہ اول ص 7) اور کہا امام نووی (شارح صحیح مسلم) نے نیت کا قصد کرنا دل کی پختہ بات اور کہا بیضاوی نے نیت عبارت سے ابھارنا دل کا اس امر کی طرف جو اپنی غرض کے موافق دیکھتا ہے تحصیل نفع کے لئے یا دفع ضرر کے لئے حالا و مالا اور شرع نے خاص کردیا۔ فعل کے بجا لانے کے ارادہ کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اس کے امر کی بجا آوری کے لئے اور نیت مذکورہ حدیث میں محمول ہے معنی لغوی پر۔ انتھیٰ

یہ عبارت کسی تفصیل کی محتاج نہیں ۔ بلکہ ڈنکے کی چوٹ اس امر کو ثابت کرتی ہے ۔ کہ حدیث میں جو نیات وارد ہے ۔ اس سے معنی لغوی یعنی کسی فعل کے بجا لانے کا ارادہ کرنا ہی مراد ہے ۔ دیگر ہیچ ۔

بایں وجہ اس حدیث کو بعض محدثین نے جملہ شریعت اور بعض نے نصف اور بعض نے ثلث قرار دیا ہے ۔ جیس کہ عون الباری شرح صحیح البخاری میں ہے ۔

قال ابن معدي ايسضا ينبغى ان يجعل هذا الحديث راس كل باب ووجه البيعقى كرنه ثلث العلم بان كسب العبد يقع بقلبه ولسانه وجوارحه فالنية احد اقسامه اثلاثة وارجحها الانها قد تكون عبادة مستقلة وغيرا يحتاج اليها ومن ثم ورد نيه المومن خير من عمله وكلاك الامام احمد يدل على ايه اراد بكون ثلث الاعلم انه احد قواعده ثلاثه التى ترد اليها جميع الاحمام (ص 43 بر حاشیہ نیل لاطار)

''اور کہا ابن مہدی نے لائق ہے کہ اس حدیث کو ہر باب کا سر قرار دیا جاوے ۔ اور بیہقی نے اس حدیث کے ثلث علم ہونے کی توجیہ بیان کی گئی ہے ۔ کہ بندہ کا فعل یا تو دل سے ہوتا ہے ۔ یا زبان جوارح سے پس نیت ان تین سے ایک ہے ۔ اور ان کی ارجح ہے ۔ کیونکہ یہ عبادت مستقللہ ہے ۔ اور اس کے ع لاوہ افعال جوارح ،لسان اس کے محتاج ہیں اس واسطے وارد ہوا مومن کی نیت بہتر ہے ۔ اس کے عمل سے اور امام احمد کا کلام بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نیت ایک ہے دین کے قواعد ثلاثہ کی جن کی طرف احکام راجح ہوتے ہیں ۔''

اس عبارت سے بخوبی روشن ہوگیا کہ نیت فعل قلب ہے ۔ نہ فعل لسان کیونکہ فعل عبد تو مقسم ہے ۔ اور ہر سہ افعال اس کی اقسام ہیں ۔ اور یہ بالبداہت ثابت ہے ۔ کہ قسم شے کی اس کی قسم کے مغائر ہے پس اگر نیت کو بولا بھی جائے گا تو فعل لسان ہوجائے گا ۔ نہ فعل قلب یا حقیقت مستعملہ کا بدلنا لازم آئے گا ۔ وھما محذوران ۔ پھر آگے اس کی لغوی تحقیق لکھتے ہیں ۔

"یعنی نیات جمع ہے نیت کی باب ضرب سے بمعنی قصد کرنا ۔ اور کہا جاتا ہے نومی سے بمعنی دوری کے اور اور اول معنی اولیٰ ہے اور نیت کی جو جمع آئی ہے باعتبار انواع کے ہے کیونکہ مصدر کی جمع اکی انواع کے اعتبار سے آسکتی ہے ۔ باعتبار مقاصد نیت کرنے والوں کے مثل قصد کرنے اللہ کی رضا کے یا اس کے وعدہ حاصل کرنے کے یا س کی وعید سے ڈرنے کا اور معظم الروایہ میں نیت باعتبار اصل کے مفرد آیا ہے ۔ واسطے اتحاد محل کے اور وہ قلب ہے جیساکہ اس کا واحد مرجع ہے ۔ یعنی اخلاص وحدہ لاشرک کا پس اس کا مفرد آنا مناسب ہے ۔ بخلاف اعمال کے پس وہ متعلق ہے ۔ ظواہر کے اور متعدد ہے ۔ بایں وجہ اس کی جمع آنا مناسب ہے اور نیت یہاں محمول ہے ۔ معنی لغوی پر انتہیٰ

پاس قطعی فیصلہ ہوچکا کہ حدیث میں جو نیت وارد ہے۔ اور جس پر عمل کی قبولیت کا مدار ہے۔ بمعنی ارادہ قلبی ہے۔ اور بس اگر زبان سے بولنے کی قید زائد کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جاوے گا۔ تو ضرور معنی لغوی میں تغیر پیدا ہوجاوے گا۔ پس جیسا کہ نماز کے اوراوراخواط (1)۔ میں نیت بلفظ باللسان کو غیر مشروع کہا جاتا ہے۔ اس میں بالاولیٰ کہنا چاہیے۔ اسی واسطے شیخ عبد الحق مرحوم محدث دہلوی نے اس کے بارہ میں بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ (از محمد ابو المنصور صاحب کھڈیلہ ضلع جیپور شیخاواٹی 4 رجب 43ہجری)

1۔ روزہ حج زکواۃ وغیرہ 12منہ

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

[فتاویٰ ثنائیہ امرتسری]

جلد01ص474

محدث فتویٰ